سید شاہ جمال رضوی نجف کوپالپوری

کوفہ وشام میں امام سجادؑ کی حکمت عملی

کربلا کے تپتے ذرات، جن میں نہ ظاہری شان وشوکت' نہ کوئی مرتبہ ومنزلت' مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ اب بھی آفتاب کی روشنی میں بے چینی سے تڑپ کر ایک دردناک اور جانکاہ واقعہ کی ترجمان اور بنی امیہ کی وحشیانہ کاریوں پر بھرپور روشنی ڈال رہے ہیں۔ اور ایک دنیا کو خاندان برباد مظلوموں کی بے کسی کا پردرد افسانہ سنا کر متاثر اور دلوں کو منقلب کر رہے ہیں۔

غور طلب بات ہے کہ تاریخ عالم وآدم میں یہ المناک اور کربناک واقعہ کیوں پیش آیا؟ صرف اسی لئے نہ کہ اس وقت روحانیت کا آفاقی نام ونشان مٹ رہا تھا۔ حق وصداقت سے لوگ بری طرح گریزاں تھے اور اسلام کی حقیقی تصویر نگاہوں سے اوجھل ہورہی تھی وحدانیت کی تعلیم کا اثر دل ودماغ سے زائل ہورہا تھا۔ اور باطل منھ اٹھائے ڈسنے کو تیار تھا۔

ایسے پرآشوب زمانے میں ''حسین بن علیؑ'' اسلام اور خانوادۂ اسلام کا حقیقی پرچم لیکر اٹھ کھڑے ہوئے جن کا نصب العین اسلامی روحانیت کی بقا تھا۔ جو ان کی سرمایہ پرستی کے خلاف جنگ کر کے حریت کا سبق آموز نظیر پیش کر رہے تھے۔ جن کو یقین تھا کہ میری ظاہری شکست سے حقیقی فتح وظفر کے پہلو نمایاں ہوں گے۔ اور وہی مظلوم یہ طے کر چکا تھا کہ خواہ اصحاب واعزہ کی مفارقت کا داغ ہو یا دنیا جہاں کا درد برداشت کرنا ہو، برداشت کروں گا مگر اسلام کی تصویر مسخ نہیں ہونے دوں گا اور ہوا بھی یہی۔ بقول شاعر۔

زمین بدلی، فلک بدلا، جہاں میں انقلاب آیا
مگر دنیا نہ بدلی شاہ کے عزم مصمم کی

ہاں یہ حقیقت ہے کہ امام مظلوم نے اپنی ابد آثار شہادت کے ذریعہ اسلام کے

عظیم الشان پرچم کو بلند کیا اور باطل کے کریہہ چہرے سے نقاب کشائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی نیز شہادت کے بعد بھی سورہ کہف اور دیگر قرآنی آیتوں کی تلاوت کے ذریعہ حق وباطل کے درمیان واضح ترین لکیریں کھینچی۔ مگر مادی ذہن رکھنے والوں کو باور کرانے کے لئے ضروری تھا کہ ایک صاحب جسم وروح اپنے خطبات وارشادات اور اپنی حکمت عملی کی روشن قندیلوں کے ذریعہ شام وکوفہ کی پست تاریکیوں میں دین وشریعت، حق وصداقت، خیر وبرکت اور بھٹکتی روح کو روشنی عطا کرتا اور اپنے عمل اور واقعی اقدامات سے اسلام کے لئے ہوئے نقوش کی حقیقی اور واضح ترین تصویر کا اصلی عکس دکھاتا۔

سارے محسوسات یہ درک کرنے سے عاجز ہیں کہ شہدائے کربلا کے بعد امام زین العابدینؑ کی حیثیت کیا تھی؟ اس لئے ایک طرف خون شہداء سے لالہ زار قتل نگاہوں میں گردش کررہا تھا تو دوسری طرف کوفہ وشام کی راہوں میں سیدانیوں کی اسیری اور تماشائیوں کا بے بنیاد ہجوم مشاہدے میں تھا۔ ایک ایسی حکمت عملی اپنائی تھی جس سے شہداء کی شہادت کے اسباب وعلل پر بھی بھرپور انداز میں روشنی پڑے اور تماشائیوں کی نگاہوں میں سیدانیوں کی اسیری کے عقدے کھل سکیں اور یزیدیوں کی ننگ حرکتوں کا پردہ فاش ہوسکے۔ یہ کام کس قدر مشکل تھا۔ اس لئے کہ امام مظلوم کی شہادت کے بعد باطل کے اہلکاروں نے خدا کی حقانیت کو مسخ کرنے اور امام کی شہادت پر پردہ ڈالنے کا بیڑا جس طرح اٹھایا اس کا اندازہ لگانا محال ہے۔ ایسے میں تنہا حق کی طرف سے باطل کو زیر کرنا ایک لمحہ فکریہ نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ دیکھیں کہ امام مظلوم کی شہادت اور اہل حرم کے مظالم میں دو ہی جماعتیں کارپرداز تھیں۔ ایک اہل کوفہ اور دوسرے اہل شام لہٰ امام علیہ السلام نے انھیں کے دربار میں واقعات کا حقیقی رخ اور اصل مقصد ومحرک واضح کیا اس میں بھی آپکی حکمت عملی قابل صد تعریف وتوصیف ہے۔ چونکہ اہل کوفہ آپ کی خاندانی جلالت سے پوری طرح واقفیت رکھتے تھے۔ واضح رہے کہ خاندانی عصمت انکے دل ودماغ میں جاگزیں تھی نیز انکو خاندانی حالات

پر بہت زیادہ عبور حاصل تھا۔انھیں پدر بزرگوار حسینؑ مظلوم کی شہادت کے بعد بدلے ہوئے حالات کا بخوبی اندازہ تھا اسی وجہ سے انھوں نے کوفہ میں جو ارشادات وخطبات پیش کیے اس میں اپنے تعارف سے زیادہ واقعات کی اہمیت پر زور دیا کہ کربلا کی سرزمین پر جو واقعہ پیش آیا وہ کس نوعیت کا تھا۔نیز اہل کوفہ کے ضمیروں کو بیدار کیا کہ تم لوگوں نے کس قدر عظیم جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

چنانچہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسین بن علی بن ابی طالب کا فرزند علیؑ ہوں۔ ایھا الناس۔! من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا علی من الحسین من علی بن ابی طالب۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی۔جس کا سامان چھین لیا گیا۔جس کے گھر والوں کو قیدی بنایا گیا۔ انا ابن من انتھک حرمتہ وسلبلت نعمتہ وانتھب مال وسبی عیالہ۔ میں شط فرات کے شہید کا فرزند ہوں جسے بے گناہ مارا گیا اور چاروں طرف سے گھیر کر مارا گیا۔ انا ابن المذبوح بشط فرات من غیر دخل ولا فرات، وانا ابن من قتل صبراً وکفی بذالک الفوا۔

مولا اتنا کہنے کے بعد خاموش نہیں ہوئے بلکہ واقعات کربلا کی شدت کو موثر انداز میں بیان کرتے ہوئے مزید گویا ہوئے اے لوگو! میں تمھیں قسم دیتا ہوں ذرا سوچو کہ تم لوگوں نے میرے پدر بزرگوار کو خط لکھا اور پھر تم نے ہی ان کو دھوکہ دیا۔

ایّھا لنّاس! فاشد تکم اللہ ھل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخد عتموہ۔ اور تمھیں نے ان کے ساتھ عہد وپیمان کیا اور ان کی بیعت کی اور پھر تم نے ہی ان کو شہید کردیا۔ واعطیعتوہ عن انفسکم العھود والمیثاق وقاتلتموہ۔تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے لئے ہلاکت کا سامان مہیا کرلیا تمھاری راہیں کس قدر بری ہیں۔ فتبارکم لما قد متم لانفسکم سوأۃ لرایکم۔تم لوگ کن آنکھوں سے رسول اللہ کو دیکھو گے۔جب رسول تم سے

یہ کہیں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا۔ اور میرے اہل حرم کو ذلیل کیا۔ اس لئے تم میری امت میں نہیں ہو۔ باایۃلمن تنظرون الی رسول اللہ اذایقول لکم قتلتم عترتی وانتم حرمتی فلستم من التی۔[۳]

ایک دوسری روایت میں بھی آپ کا لب ولہجہ بعینہ مذکورہ روایت جیسا ہے جس میں آپ نے اپنے تعارف سے زیادہ واقعات کربلا کی حقیقت کشائی اور اسیری اہل حرم کے دلسوز سانحے کے بیان کو ضروری خیال فرمایا۔ چنانچہ آپ تمام اہل کوفہ کو سرراہ مخاطب کرتے ہیں۔ اے اہل کوفہ! تم لوگ اس مصیبت پر خوش وخرم نہ ہو جس سے امام حسینؑ دوچار ہوئے ہیں اس لئے کہ یہ امر یعنی قتل امام مظلوم بہت عظیم امر ہے۔ یا اھل الکوفہ! فان بالذی اصیب حسین کان ذالک اعظما (حسین علیہ السلام) نہر کے کنارے قتل کئے گئے میری جان ان پر فدا ہو۔ قتیل بشط النھر وروحی فداوہ۔ اور جس نے انہیں قتل کیا اس کے لئے دوزخ کی آگ ہوگی۔ جزاء الذی ارداہ نارجھنا۔[۴]

ان ارشادات کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں سے جو حقائق محو ہو گئے ہیں۔ یا مالی طمع اور بے ایمان حکومت کے زیر اثر بے اعتدالیوں کی وجہ سے لوگوں کے قلوب سے جو معارف گم گشتہ حوادث ہو گئے ہیں وہ پھر سے تازہ دم ہو جائیں اور واقعات کربلا کو سامنے رکھ کر اپنے تعیین حق وباطل کے درمیان فیصلہ دیں۔ آپ کی حکمت اور آپ کا اندازہ جہاد کس قدر کامیاب وکامران تھا کہ قید تحریر سے باہر ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس کلام بلیغ اور نصیحت آمیز کو سن کر لوگوں میں شور گریہ بلند ہونے لگا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ دیکھو تم نے خود ہی اپنی ہلاکت کا سامان کیا۔ اور انجام کار کو قطعی نہ سمجھے۔ اور وہ سب متفق علیہ بول اٹھے۔ اگر آپ فرمائیں تو اس وقت ہم آپ کی حمایت کے لئے آمادہ ہیں۔!!![۵]

اگر مادی ذہن والا کوئی عام سا انسان ہوتا تو اپنے باپ کے انتقام کے لئے سب کچھ کرسکتا تھا۔ خاص طور سے اس وقت جب ایک بڑی جماعت حمایت کے لئے آمادہ ہو۔ اس

لئے کہ انتقام کی آگ انسان کو ہر اچھی بری فکر سے بے نیاز کردیتی ہے۔ اس کے ذہن میں صرف انتقام، انتقام کی آواز گونجتی ہے۔ مگر آپ امام تھے۔ آپ کی حکمت اور زندگی کا ایک ایک لمحہ امامت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ لہٰذا آپ ایک عام انسان جیسا اقدام کیسے کرسکتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اسوقت آپ بھرپور انتقام لے سکتے تھے لیکن آپ نہیں چاہتے تھے کہ کوفہ کی راہوں میں خون کی ندیاں رواں ہوں۔ قتل غارت گری کا بازار گرم ہو اگر ایسا ہوتا تو کربلا کا عظیم سانحہ اس کی نذر ہو کر رہ جاتا۔ کربلا کا وہ انفرادی انداز جہاد۔ اور اس میں پنہاں عالمی پیغام پھیکا پڑ جاتا۔ حالانکہ امام حسین نے رہتی دنیا تک اپنی شہادت سے حق کی حمایت کے لئے ایک ناقابل فراموش مثال قائم کی تھی۔ کربلا کا واقعہ ایسا نہیں تھا کہ اسے چند دنوں میں بھلا دیا جاتا چونکہ کربلا کے سانحہ کو ابدی و آثار کا حامل بنانا تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنے دلی جذبات واحساسات کو پرے ڈھکیلتے ہوئے بڑی بے توجہی سے ان کے حمایت بھرے الفاظ کے جواب میں حکمت کی ناقابل فراموش مثال قائم کردی اور انھیں کے قول وفعل کے آئینہ میں انھیں نہایت سخت جواب دیا۔

"اے قوم غدار! تم پر خواہشات نفسانی غالب ہوگئی ہے اور اب تم یہ چاہتے ہو کہ مجھ سے وہی برتاؤ کرو جو اس سے پہلے میرے باپ دادا کے ساتھ کر چکے ہو۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا کیونکہ یہ زخم مندمل ہونے والا نہیں۔ میرے پدر بزرگوار مع اہلبیت کل شہید کئے گئے جس سے جوش گریہ اب بھی میرے ذہن میں ہے اور اس کی تلخی میرے حلق میں اور گریہ وبکا کے گھونٹ میرے سینہ میں ہیں۔ ایسا نہیں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ تو تم میرے خیر خواہ رہو اور نہ بدخواہ۔"[۱]

شام میں آپ کا لب ولہجہ اور انداز بیان کوفہ سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں مصائب سے پہلے فضائل وکمالات اہلبیت کا بیان بہت ضروری تھا۔ اس لئے کہ اہل شام واقعاً آپ کے گھرانے کی عظمت سے قطعی بے خبر تھے۔ انھیں یہ علم نہیں تھا کہ اسیران بلا کون لوگ ہیں؟ زنجیروں میں جکڑا ہوا بیمار قیدی حقیقتاً کون ہے؟ یہ خواتین کون ہیں جن کے انداز

والطوار کائنات میں بالکل منفرد تھے؟ بالوں سے پردہ کا بھرپور اہتمام ان کو چونکا دینے کے لئے کافی تھا۔ حقیقتاً ان کے لئے یہ تمیز دشوار تھی کہ اہل حرم کون ہیں ایسا کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان کے دماغ میں تو بس ایک ہی بات سموری گئی تھی کہ معاذ اللہ۔ ایک خارجی نے یزید ملعون پر خروج کیا اور نتیجہ میں وہ اور اس کے چند اصحاب قتل کر دیئے گئے۔

اس کا بخوبی اندازہ اس مرد شامی کی گفتگو سے ہوتا ہے جس نے شام کی راہوں میں آپ سے ملاقات کی تھی۔ امام سجادؑ نے اس کے سامنے آیہ مودت کی تلاوت کی۔ اور پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ آیت میں قربیٰ سے مراد کون لوگ ہیں؟ جب اس شخص نے لاعلمی کا مظاہرہ کیا تو آپ نے اور سخت لہجہ اورشدید انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔ نحن واللہ القربیٰ فی ھدی۔ اسی طرح آیت تطہیر کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا۔ نحن اھل البیت الذی حضھم اللہ بالتطہیر۔ ۷

جب اس شامی نے آیات کے صحیح تصدیق کو اپنے روبرو اس طرح دیکھا تو بہت مبہوت ہوگیا۔ اور فوری طور پر واضح انداز میں یزید سے اپنی برأت کا اعلان کر دیا۔ ۸

مذکورہ روایت سے اندازہ لگانا مشکل مرحلہ نہیں کہ اہل شام آپ کے گھرانے کی عظمت سے کس طرح بے خبر اور لاعلم تھے۔ یا خارجی کہہ کر لوگوں کو اصل حقیقت سے کس طرح دور کیا گیا تھا۔ ایسے میں امام علیہ السلام نے حکمت کے جو آبشار رواں کئے وہ بہرحال آفاقی حیثیت کے حامل ہیں۔ اپنے تعارف اور اہل بیت کی عظمت کو واقعات کے بیان پر فوقیت دی۔ راہ شام میں جتنے بھی خطبے اور ارشادات ہیں ان میں سب سے پہلے احسن طریقہ سے اپنا تعارف کروایا پھر واقعات کی جھلک دکھائی۔

دربار یزید میں بھی آپ کا انداز اس سے مختلف نہیں تھا۔ سات سو کرسی نشینوں، غلاموں اور حالی موالیوں سے بھرے دربار میں حسین انداز و ادا سے اپنے خطبہ کی ابتداء کی جس کے نقوش رہتی دنیا تک قائم و دائم رہیں گے۔ آپ نے خطبہ کی ابتداء کرتے ہوئے کہا۔

یاایھاالناس! اے لوگوں ہمیں چھ صفتیں عطا کی گئیں اور ہمیں سات باتوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی ہماری صفتیں علم، حلم، فصاحت شجاعت، سخاوت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔ اور ہمارے اسباب فضیلت یہ ہیں کہ رسول مختار ہم میں سے ہیں۔ صدیقؑ۔ علیؑ طیار (جعفرؑ) اسد اللہؑ (حمزہ) سیدۃ نساء العالمین (فاطمہؑ) سبطین امت وسیدہ شباب اہل الجنہ (حسنین) ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ جس نے میری معرفت حاصل کرلی۔ اور جس نے مجھے نہیں پہچانا اس سے اپنا تعارف کروارہا ہوں۔ ۹

اس کے بعد مولا نے اپنا اور اپنے گھرانے کا تعارف شروع کیا جس کا ایک ایک لفظ صدیوں پر بھاری ہے قسم خدا کی کیا لہجہ تھا اور کتنا دلسوز انداز بیان تھا کہ ایک منزل پر آکر سننے والوں میں شور گریہ بلند ہوا۔ ہر شخص اپنا چہرہ چھپائے رونے میں مصروف تھا۔ آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ پچاس برس کے عرصے میں بنی امیہ نے شام والوں کو اپنے غلط پروپگنڈہ کے ذریعہ آل محمد سے پوری طرح ناآشنا اور گمراہ کردیا تھا۔ انھیں حقائق سے صحیح آشنائی نہیں تھی۔ انہیں اسیران بلا کی صحیح معرفت نہیں تھی۔ ان کے ساتھ تو دھوکہ کیا گیا تھا کہ ایک خارجی نے خروج کیا تھا جس کے نتیجہ میں قتل کا بازار گرم ہوا۔ لیکن امام سجادؑ کے حکمت آمیز خطبے کے ذریعہ معلوم ہوا کہ وہ کوئی خارجی نہیں تھا بلکہ حامئی حق وصداقت تھا۔ باطل پرست یزید نے حق وحقانیت کو مٹانے کی کوشش کی تھی۔ حسین بن علی نے آواز احتجاج بلند کیا۔ اور نتیجہ میں قتل کیے گئے۔

یزید نے جب انقلابی کیفیت دیکھی تو بھونچکا رہ گیا امامؑ کی حکمت بھری تقریر پر روک لگانے کے لئے موذن کو اذان کا حکم دیا، مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ موذن کو اذان کا حکم دیکر اس نے خود اپنے ہی پیر پر بھرپور کلہاڑی ماری ہے جیسے ہی موذن نے اذان شروع کی امام خاموش ہوگئے اور اپنی نحیف آواز میں اذان کے فقرات دہرانے لگے۔ لیکن ایک منزل پر چیخ پڑے۔ جب موذن نے اشھد ان محمد رسول اللہ۔ اپنی زبان سے ادا کیا۔ امام یزید ملعون سے مخاطب ہوئے۔

اے یزید ھذا الرسول العربی الکریم جد کی ام جدی- یہ تیرے بزرگوار ہیں یا میرے؟ -۱۰

تاریخ شاہد ہے کہ اس مقام پر تمام درباریوں کے سامنے یزید سرغرور جھکانے پر مجبور ہوگیا۔

ہمارے لاکھوں سلام امام سید سجاد کی اس حکمت عملی اور انداز جہاد پر جس کے ذریعہ باطل کے دربار میں باطل پرستوں کے سامنے حق وصداقت کا لوہا منوالیا۔ جس کے نقوش تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی یہ حکمت عملی انسانیت کو وقفے وقفے سے شہو کا دیتی رہے گی۔ اور یقین ہے کہ بنی نوع بشر اپنی حیات کو اس حکمت عملی سے استوار کرتی رہے گی۔

حواشی:

۱۔ ذکر وفکر: علامہ سید ذیشان حیدر جوادی مرحوم

۲۔ مقتل الحسین: عبد الرزاق المقرم ص ۳۸۱

۳۔ اللہوف: سید ابن طاوس ص ۶۸

۴۔ مقتل الحسین: عبد الرزاق المقرم ص ۳۸۱

۵۔ شہید اسلام: محمد ہارون زنگی پوری ص ۳۱۸

۶۔ شہید اسلام: محمد ہارون زنگی پوری ص ۳۱۸

۷۔ مقتل الحسین: عبد الرزاق المقرم۔ ص ۴۱۶

۸۔ تفسیر کربلا: فروغ کاظمی۔ ص ۲۳۲

۹۔ نقوش عصمت: علامہ جوادی ص ۴۸

۱۰۔ مقتل الحسین: عبد الرزاق المقرم ص ۴۴۸

۱۱۔ شہر شہادت: سید علی اختر گوپالپوری ص ۱۹۵

❀❀❀